حدیثِ قرطاس - ایک تنقیدی جائزہ

محمد یٰسین مظہر صدیقی*

سیرت نبویؐ کا ایک مہتم بالشان واقعہ ''واقعہ قرطاس'' کہلاتا ہے۔ اسے ''حدیث قرطاس'' بھی کہا جاسکتا ہے اور کہا جاتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفاۃ میں اپنے حجرے میں جمع اصحاب کرامؓ سے فرمایا کہ میرے پاس ایک کاغذ لاؤ جس پر میں ایک فرمان لکھ دوں اور جس کے بعد تم کبھی راستہ سے نہ بھٹک سکو۔ صحیحین کی اس حدیث شریف کے متعدد اطراف ہیں۔ دوسرے محدثین کرام نے اس کو اپنے طریقے سے روایت کیا ہے اور شارحین حدیث نے ان تمام احادیث واطراف پر خوب بحثیں کی ہیں اس واقعہ وحدیث کا یہ سب سے اہم، معتبر اور اعلیٰ ماخذ ہے۔

دوسرا ماخذ سیرت نبویؐ کے ماہرین کرام کا ہے۔ ان میں قدیم وجدید سیرت نگار شامل ہیں اور انکے محققین بھی ان میں سے بیشتر نے اس واقعہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی ہے خصوصا قدیم سیرت نگاروں نے اور جدید سیرت نگاروں نے بالعموم حدیث صحیحین پر ہی اکتفا کر کے بحث کی ہے۔ ان کے مباحث اور تحقیقات اس واقعہ وحدیث کا دوسرا رخ متعین کرتے ہیں۔

تیسرا مبحث صوفیہ کرام بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی (احمد بن عبدالاحد فاروقی، ۱۴شوال ۹۷۱ھ/ ۲۶مئی ۱۵۶۴۔ ۲۸صفر ۱۰۳۸ھ/ ۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء)، جو مجدد الف ثانی اور شیخ احمد سرہندی کے نام ولقب سے زیادہ معروف ومشہور ہیں کے، مکتوبات امام ربانی اور بعض دوسرے صوفیہ کرام کی نگارشات میں ملتا ہے۔ وہ بلاشبہ حدیث صحیحین سے اصلاً بحث کرتا ہے۔ مگر اس میں بعض ایسے نکات ودقائق ہیں جن کی طرف عام توجہ نہیں ہوئی۔ جدید سیرت نگاروں نے ان کے مباحث سے قطعی اعتنا نہیں کیا۔

اس تنقیدی وتحقیقی مقالے میں ان تینوں جہات سے اس واقعہ وحدیث پر بحث کرنی مقصود ہے لہذا فطری طور پر اس کے بالترتیب تین مباحث ہوں گے۔ اول حدیثی مبحث، دوم سیرتی نقطہ نظر اور سوم صوفیانہ شرح حدیث وواقعہ اور آخر میں ان تینوں مباحث پر محاکمہ کر کے نتائج نکالے جائیں گے۔

احادیث قرطاس:

میں اصلا صحیحین کی احادیث ہیں اور مسند احمد بن حنبل میں بھی اس کی بعض تخریجات ہیں۔

* پروفیسر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، سابق ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ وشاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، انڈیا

احادیث بخاری:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کی ''کتاب العلم'' کے ''باب کتابۃ العلم'' میں اصل حدیث قرطاس نقل کی ہے جو یہ ہے۔

''۱۱۴: حدثنا یحییٰ بن سلیمان قال: حدثنی ابن وهب قال: اخبرنی یونس عن ابن شهاب عن عبیدالله بن عبدالله عن ابن عباس قال: لما اشتد بالنبی ﷺ وجعه قال: أیتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعده. قال عمر: ان النبی ﷺ غلبه الوجع، وعندنا کتاب الله حسبنا: فاختلفوا، وکثر اللغط، قال: قوموا عنی، ولا ینبغی عندی التنازع. فخرج ابن عباس یقول: ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول الله ﷺ وبین کتابه.

اس حدیث کے چھ اطراف ہیں: ۳۰۵۳، ۳۱۶۸، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۵۶۶۹، ۷۳۶۶۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس باب میں شرح حدیث کرتے ہوئے بعض دوسری کتب حدیث کی روایات واحادیث کا مختصر حوالہ دیا ہے جیسے مسلم میں ارشاد نبوی بابت کتابت ہے۔

''ایتونی بلکتف والدواة.'' اور مسند احمد میں حدیث علی میں ہے۔

''امرنی النبی ﷺ آتیه بطبقٍ. ای کتف. یکتب ما لا تضل امته من بعد.''

دوسرے مباحث سے قبل ان اطراف بخاری کا ذکر اجمالاً کرنا ضروری ہے کہ ان میں حدیث قرطاس اور اس کے واقعہ کے بارے میں کیا صراحتیں ملتی ہیں اور ان کے بعد دوسری کتب حدیث کی روایات کا مختصر تجزیہ کیا جائے گا۔

ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، مکتبہ دارالسلام، ریاض ۱۹۹۷ء، ۱/۲۷۵۔۲۷۷، نیز دوسری شروح بخاری

حدیث ۳۰۵۳ کا متن وسند ہے۔

''حدثنا قبیصة حدثنا ابن عیینة عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال: یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی خضف دمعه الحصباء فقال: اشتد برسول الله ﷺ وجعه یوم الخمسین فقال: ''ایتونی بکتاب الله اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابداً'': فتنازعوا، ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا: هجر رسول الله ﷺ قال: ''دعونی، فالذی انا فیه خیر مما تدعونی

الیه". واوصی عند موته بثلاث......"

بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب جوائز الوفود، الخ، فتح الباری، ۲۰۴/۶_۲۰۵

حدیث بخاری ۳۱۶۸ کی سند ہے "حدثنا محمد حدثنا ابن عیینة عن سلیمان بن ابی مسلم الاحول سمع سعید بن جبیر سمع ابن عباس انه یقول:

اس کے بعد گذشتہ طرف کی طرح متن ہے اور فرمان رسول کے الفاظ ہیں:

"ایتونی بکتف. اکتب لم کتابا لا تضلوا بعده ابدا. فتنازعوا، ولا ینبغی عند نبی تنازع، فقالوا: ماله؟ أهجر؟ استفهموه، فقال: ذرونی، فالذی انا فیه خیر مما تدعونی الیه"، فامرهم بثلاث......"

بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب اخراج الیهود من جزیرة العرب الخ، فتح الباری، ۳۲۵/۶-۳۲۶

اطراف بخاری، ۴۴۳۱-۴۴۳۲ کی مختلف اسناد حضرت ابن عباسؓ پر تمام ہوتی ہیں۔ آگے اول الذکر طرف مذکورہ بالا دونوں اطراف کے مطابق ہے۔ اور اس میں تھوڑا فرق ہے۔ یوم الخمیس کو شدت مرض کے ذکر کے بعد فرمان نبوی کے الفاظ ہیں۔

ایتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا......

پھر تنازع صحابہ، شان وہجر نبوی کے بارے میں ان کے سوال کے بعد اہم اضافہ ہے۔

استفهموه، فذهبوا یردون علیه، فقال: دعونی، فالذی انا فیه خیر مما تدعوننی الیه، واوصاهم بثلاث......"

طرف: ۴۴۳۲: کا متن ہے "لما حضر رسول الله وفی البیت رجال. فقال النبی ﷺ هلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده". فقال بعضهم ان رسول الله ﷺ قد غلبه الوجع، وعندکم القرآن، حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البیت واختصموا، فمنهم من یقول: قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده. ومنهم من یقول غیر ذلک. فلما اکثروا اللغو والاختلاف، قال رسول الله ﷺ: قوموا......

اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کے رزیہ والا مختلف بہ پر۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، فتح الباری، ۱۶۶/۸-۱۶۹ مفصل بحث ابن حجر عسقلانی)

طرف بخاری: ۵۶۶۹ کی مختلف سندوں سے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا متن ہے:

"لما حضر رسول الله ﷺ و فی البیت رجال فیهم عمر بن الخطاب. قال النبی ﷺ هلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده". فقال عمر: ان رسول الله ﷺ قد غلب علیه الوجع، وعندکم القرآن، حسبنا کتاب الله:"

اس کے بعد اختلاف اہل بیت کا وہ ذکر ہے جو ۴۴۳۲ میں ہے پس اس میں یہ اضافہ ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے وہی بات کہی جو حضرت عمرؓ نے کہی تھی۔ البتہ اختلاف ولغو وغیرہ اور فرمان نبوی کا وہی ذکر ہے۔

(بخاری، کتاب المرض، باب قول المریض، قوموا عنی، فتح الباری، ۱۰/۱۵۶-۱۵۷)

آخری طرف بخاری: ۷۳۶۶ کا متن معہ اختلاف سند حضرت ابن عباس سے ہی مروی ہے۔ اس میں فرمان رسول ﷺ کے الفاظ ہیں:

"هلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده". وقال عمر: "ان النبی ﷺ غلبه الوجع وعندکم القرآن فحسبنا کتاب الله، واختلف اهل البیت واختصموا."......

بقیہ حدیث اول الذکر روایات کے مانند ہے اور آخر میں فرمان نبویؐ ہے۔ قوموا عنی۔ اور خاتمہ حضرت ابن عباسؓ کی حسرت وبکا پر ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، باب کراهیۃ الاختلاف، فتح الباری، ۱۳/۴۱۰-۴۱۱)

احادیث مسلم:

احادیث مسلم "کتاب الوصیۃ" کے 'باب ترک الوصیۃ' میں ہیں اور ان کی تعداد تین ہے جو مختلف اسناد سے ہیں:

(۴۲۳۲) ۲۰ (۱۶۳۷) "حدثنا سعید بن منصور وقتیبة بن سعید وابو بکر بن ابی شیبة وعمر والناقد واللفظ لسعید– قالوا حدثنا سفیان عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس: یوم الخمیس فقال: ایتونی اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی" فتنازعوا، وما ینبغی عند نبی تنازع وقالوا: ما شانه؟ أهجر؟ استفهموه، قال: دعونی، فالذی انا فیه خیر اوصیکم بثلاث......"

’’(۴۲۳۳)۲۱(......) حدثنا اسحاق ابن ابراهيم. اخبرنا وكيع عن مالک بن مغول عن طلحة بن مصرف عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه قال : يوم الخميس...... قال رسول اللهﷺ: ايتونى بالكتف والدواة– او اللوح والدواة– اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده ابدا. فقالوا ان رسول الله يهجر‘‘

(۴۲۳۴)۲۲(......) حدثنى محمد بن رافع وعبد بن حميد– قال عبد – اخبرنا، وقال ابن رافع، حدثنا– عبدالرزاق : اخبرنا معمر عن الزهرى عن عبيد الله بن عبدالله بن عتبة، عن ابن عباس: قال لما حضر رسول اللهﷺ و فى البيت رجال فيهم عمر بن الخطاب. فقال النبىﷺ: هلم اكتب لكم كتابا لا تضلون بعده‘‘. فقال عمر: ان رسول اللهﷺ غلب عليه الوجع، وعندكم القرآن، حسبنا كتاب الله، فاختلف اهل البيت فاختصموا، منهم من يقول: قربوا يكتب لكم رسول اللهﷺ كتابا لن تضلوا بعده، ومنهم من يقول ما قال عمر. فلما اكثروا اللغو والاختلاف عند رسول اللهﷺ. قال رسول اللهﷺ قوموا. قال عبيدالله: فكان ابن عباس يقول: ان الرزية كل الرزية ما حال بين رسول اللهﷺ وبين ان يكتب لهم ذلک الكتب ومن اختلافهم وتعظيهم‘‘

تشریحات شارحین:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی تشریحات بخاری میں حدیث قرطاس کی مرویات بخاری کے علاوہ بعض روایات مسلم واحمد کو بھی شامل کرلیا ہے جیسا کہ اوپر ایک حوالہ آچکا ہے۔اس مقالہ میں متون حدیث میں صحیحین کی تمام احادیث کو جمع کردیا گیا ہے۔ان تمام مرویات بخاری ومسلم کے تمام اختلافات لفظی کی نشاندہی بھی کی گئی ہے تاکہ مختلف اسانید سے جو خاص عبارات وتعبیرات نبوی اور بیانات ومباحث صحابہ کرامؓ ان میں مختلف انداز سے طے ہیں۔ ان کا پختہ اور بلا ریب علم سب کو ہوجائے اور پھران کے تجزیے میں آسانی ہواور کسی کو کسی بیان وتبصرہ کے چھپانے کی یا اس کی غلط تعبیر کرنے کی جسات بیجانہ ہوسکے۔

پہلے شارحین حدیث بالخصوص حافظ موصوف کی تشریح احادیث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جوانھوں نے بعض

مقامات پر کیا ہے۔

''کتاب العلم'' میں حدیث بخاری: ۱۱۴ کے ضمن میں انہوں نے بعض الفاظ حدیث اوران کے اختلاف معانی سے بحث کی ہے۔ان میں سے بعض کی تشریح کے لیے انہوں نے کتاب المغازی کی بحث دیکھنے کا مشورہ دیا ہے جیسے ''وجعه، اشتد، بکتاب، اکتب، کتابا، لاتضلوا'' وغیرہ شامل ہیں جن کے لغوی معانی وغیرہ ہیں اور معانی کرنے زیادہ اہم نہیں ہیں۔البتہ ''غلبة الوجع کی تشریح اور ''ولا ینبغی عندی التنازع'' کی تعبیر بہت اہم ہے۔

غلبة الوجع '' کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے کتاب کا املا کرانا یا خود اپنے دست مبارک سے لکھنا دشوار ہوگیا ہے۔حضرت عمرؓ نے اس فقرہ سے یہ سمجھا تھا کہ آپ ﷺ لمبی بات لکھوانا چاہتے تھے۔قرطبی وغیرہ کے خیال میں ''ائتونی ''لفظ میں حکم وامر کے معنی تھے اور مامور پر یہ فرض تھا کہ وہ تعمیلِ ارشاد میں جلدی کریں۔لیکن حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک جماعت صحابہ کرامؓ کے نزدیک اس کے معنی امر وجوب کے نہ تھے اور وہ اصلح (زیادہ مناسب) کی طرف ارشاد وہدایت معنی رکھتا تھا لہٰذا ان کو یہ ناپسند ہوا کہ اس حالت تکلیف میں رسول اکرم ﷺ کو ایک شاق چیز کی تکلیف دیں۔پھر ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا۔

﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾

اور دوسرا ارشادالٰہی بھی

﴿تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾

اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ ہمارے لیے کتاب اللہ کافی ہے۔

صحابہ کرامؓ کی دوسری جماعت کا خیال یہ تھا کہ تعمیل ارشاد نبوی کی جائے۔کیونکہ اس میں زیادہ وضاحت ہو جاتی۔

بہر حال صحابہ کرامؓ میں سب کے سامنے یہ حقیقت واضح تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ''اختیار'' کی بنا پر تھا کیونکہ آپ ﷺ اس کے بعد چار دنوں تک زندہ رہے لیکن اپنے اس حکم کی تعمیل کا اشارہ بھی نہ کیا۔اگر وہ واجب ہوتا تو صحابہ کرامؓ کے اختلاف کی وجہ سے اس کو ترک نہ فرماتے جیسا کہ آپ ﷺ نے مخالفین کے اختلاف ومخالفت کے سبب تبلیغ نہیں چھوڑی۔

پھر صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے قطعی حکم سے پہلے آپ ﷺ سے بعض معاملات میں مراجعت کیا کرتے تھے اور جب عزم اور قطعی حکم کا اظہار فرمادیتے تو تعمیل کرتے تھے۔اس پر مفصل بحث کتاب الاعتصام میں انشاء اللہ آئے

گی۔ یہ بہر حال حضرت عمرؓ کی موافقت میں شمار کیا گیا ہے۔

''الکتاب'' کی مراد میں اختلاف کیا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا ارادہ ایسی کتاب لکھوانے کا تھا جس میں احکام پر نص قطعی فرمادیں تاکہ اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔

۲۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ اپنے بعد خلفاء کے اسماء گرامی لکھوانا چاہتے تھے تاکہ ان کے درمیان اختلاف نہ پیدا ہو۔

یہ قول سفیان بن عیینہ کا ہے اور ان کے قول کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ ﷺ نے اپنے مرض کی ابتدا میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا:

''تم اپنے والد اور بھائی کو میرے پاس بلا لاؤ تاکہ میں ایک کتاب لکھ دوں کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کوئی شخص کچھ کہتا پھرے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکرؓ کے علاوہ ہر شخص کا انکار کردیں گے۔''

''ادعی لی اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل، ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر.''

اس حدیث کی تخریج مسلم نے کی ہے اور مصنف کے لیے اس کے معنی ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے نہیں لکھا۔ بہر حال اول بات قول عمرؓ ''کتاب اللہ حسبنا''۔ یعنی کتاب اللہ ہمارے لیے کافی ہے زیادہ واضح اور (اظہر) ہے۔ باوجودیکہ وہ دوسری وجہ کی بھی حامل ہے کیونکہ وہ افراد میں سے بعض کو شامل ہے۔

فائدہ کے تحت حافظ ابن حجر موصوف نے امام خطابی رحمہ اللہ کے قول عمرؓ کی تشریح یہ کی ہے کہ حضرت عمرؓ کا موقف اس لیے تھا کہ اگر آپ ﷺ خلاف واختلاف دور کرنے کے لیے نص فرمادیتے تو علماء کی فضیلت اور اجتہاد دونوں باطل ہوجاتے۔ اس پر امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے تنقید کی ہے کہ اگر آپ ﷺ کسی ایک یا زیادہ اشیاء کے بارے میں نص بھی فرمادیتے تو اجتہاد باطل نہ ہوتا کیونکہ حوادث (واقعات نو) بیکراں ہوتے ہیں۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ کے خیال میں حضرت عمرؓ کو اس بات کا خدشہ تھا کہ مرض کے غلبہ کی حالت میں آپ ﷺ نے کچھ لکھوا دیا تو منافقین کو اس مکتوب پر طعن کرنے کا موقعہ مل جاتا۔ اس کی تائید میں بحث اواخر مغازی میں آتی ہے۔

''ولا ینبغی عندی التنازع'' کے ارشاد نبوی میں یہ اشعار حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں جلدی کرنی بہتر تھی۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے جو موقف اختیار کیا وہ صحیح (صواب) تھا کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس کا

بعد میں تدارک نہیں فرمایا تھا جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے۔امام قرطبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صحابہ کرامؓ کا اس معاملے میں اختلاف رسول اکرم ﷺ کے اس قول کے بارے میں اختلاف کے مانند تھا جس کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بنو قریظہ میں پہنچنے سے قبل کوئی عصر نہ پڑھے۔

"لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظه"

کچھ لوگوں کو نماز عصر فوت ہونے کا خوف ہوا تو نماز عصر پہلے پڑھ لی اور دوسروں نے امر نبوی کے ظاہر سے تمسک کیا اور نماز (وقت پر) نہیں پڑھی۔مطلوب اجتہاد اور صالح مقصد کے سبب ان میں سے کسی نے دوسرے پر نکیر وتعریض نہیں کی۔اس مقام پر بقیہ بحث حافظ موصوف حضرت عباسؓ کے کلمات رزیہ وغیرہ پر ہے۔
(فتح الباری، ۱/۲۷۵-۲۷۷......)

کتاب المغازی کی تشریحات حافظ ابن حجر کافی مفصل ہیں لہذا ان کی تلخیص کرنی زیادہ موزوں لگتی ہے:
بعض تشریحات صرف لغوی اور فنی ہیں جیسے "یوم الخمیس، رزیہ، شدت مرض اور حضر رسول اللہ ﷺ کتابا وغیرہ"
حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں یہ جملہ "ولا ینبغی عند نبيٍ " کے بارے میں حافظ موصوف کا خیال ہے کہ:

> "وہ حدیث مرفوع کا جملہ ہے۔البتہ اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ قول ابن عباسؓ کا مدرج/ ادراج ہو۔لیکن اول صواب ہے کیونکہ کتاب العلم میں وہ حدیث مرفوع کے جملہ کے بطور نقل ہوا ہے"

صحابہ کرامؓ کے جملہ "ماشانہ؟ أھجر؟" (آپ ﷺ کی کیا حالت ہے؟ کیا آپ ﷺ غلبہ تکلیف میں کچھ فرمارہے ہیں؟۔موصوف نے پہلے اس کے استفہامیہ ہونے پر بحث کی ہے یا اخباریہ/خبریہ ہونے سے یعنی ؑھجر " ہے یا أھجر؟ پھر اس کے معانی سے۔اس موضوع پر کشمیہنی رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ، امام قرطبی رحمہ اللہ کے اقوال بیان کر کے۔قرطبی رحمہ اللہ کی تلخیص کو عمدہ قرار دے کر اسے نقل کیا ہے کہ وہ راجح طور سے استفہامیہ أھجر ؟ ہے۔اس کے معنی ہذیان وغیرہ ہیں لیکن یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے مریض کا کلام ہے جو منظم و مربوط نہیں ہے۔اور بلا فائدہ ہونے کے سبب قابل توجہ نہیں ہے۔

بہر حال یہ بات صرف قرینہ نہیں بلکہ قطعی ہے کہ اگر رسول اکرم ﷺ کا کتاب لکھنے کا ارادہ ضروری اور بذریعہ وحی ہوتا تو آپ ﷺ اختلاف صحابہ کرامؓ کی وجہ سے اس کو ترک نہ فرماتے۔

موقف عمرؓ کے بارے میں امام خطابیؒ کی تشریح نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ارادۂ نبویؐ میں نعوذ باللہ کسی غلطی کا شائبہ بھی نہیں پایا تھا۔ وہ صرف راحت رسانی کی وجہ سے آپ ﷺ کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے اور منافقین کے لیے طعن کا موقعہ نہیں فراہم کرنا چاہتے تھے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان رزیہ ومصیبت اور اظہار کرب وبلاء کے بارے میں تبصرہ حافظ بہت عمدہ ہے کہ حضرت عمرؓ بہر حال حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ فقیہہ تھے۔ یہ اصلا ابن بطال کا تبصرہ ہے اور اس پر نقد وبحث آخری بحث میں ہے۔

فقال 'دعونی الخ' کے آخری ارشاد نبوی ﷺ کے بارے میں حافظ موصوف نے کافی مفصل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امر دنیا پر امر آخرت کو ترجیح دی اور صحابہ کرامؓ کے استفہام اور معاملہ کی وضاحت کو زیادہ اہمیت نہ دی اور پھر کتاب نہیں لکھوائی۔

آخر میں تین زبانی وصایائے نبوی کا ذکر اس حدیث قرطاس میں ہے۔ اس سے حافظ موصوف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو ارادہ کتاب فرمایا تھا وہ قطعی امر (امر محتما) نہیں تھا کہ جس کی تبلیغ لازمی ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ لکھواتے اور نہ لکھوایا تو اپنی زبانی وصیتوں میں ان کو شامل فرما دیتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا بھی نہیں کیا حالانکہ آپ ﷺ اس کے بعد کئی دنوں تک زندہ رہے۔ باقی بحث حافظ ان زبانی وصایا کے بارے میں ہے۔

فتح الباری، ۱۶۶/۸-۱۶۹

(مبحث دوم) روایات سیرت:

سیرت وسوانح کے اصل مآخذ ومصادر میں حدیث وواقعہ قرطاس پر بحث ومباحثہ بھی کم ملتا ہے اور روایات بھی کم ہیں۔ ان میں یہ ایک دلچسپ حقیقت ضرور ملتی ہے کہ واقعہ قرطاس سے متعلق ان کی روایات بیشتر احادیث نبوی کے مانند ہیں۔ اور بعد کے سیرت نگاروں نے تو حدیث بالخصوص صحیحین کی احادیث نبوی کے ہی متعلقہ مباحث نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ البتہ ان میں سے بعض نے اپنی خاص تحقیقات سے اس موضوع کی جہات وابعاد میں قابل قدر اضافات کیے ہیں اگرچہ ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اس بحث میں پہلے اصل مآخذ سیرت کی روایات سے بحث کی جائے گی اور پھر ثانوی مآخذ سیرت بالخصوص اردو سیرت نگاری کے حوالے سے۔

ابن اسحاق وابن ہشام کی متداول سیرت نبوی میں واقعہ قرطاس کا ذکر نہیں مل سکا۔ جبکہ وفات نبوی کے

بارے میں دوسرے تمام مباحث مختصراً ضرور پائے جاتے ہیں۔ غالباً ان ہی کی پیروی میں ان کے شارح امام سہیلی (عبدالرحمٰن بن عبداللہ اندلسی ۵۰۸/۱۱۱۴-۵۸۱/۱۱۸۵) نے اپنی شرح سیرت ''الروض الانف'' میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ بسا اوقات ''روایت غیر ابن اسحاق'' کی بنا پر اضافے کرتے ہیں۔

حدیث قرطاس کو نہ بیان کرنے والوں میں ایک اور اہم سیرت نگار قدیم مورخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب بن واضح الکاتب العباسی م-بعد ۳۱۵/۹۲۷) ہیں جو مسلک کے لحاظ سے شیعہ تھے۔ انہوں نے وفات کے باب میں اس کا حوالہ تک نہیں دیا۔

یعقوبی، تاریخ الیعقوبی، دار صادر بیروت، ۱۹۶۰ء، ۱۱۳/۲ و مابعد، اس سے قبل حجۃ الوداع کا خطبہ نقل کیا ہے اور اس میں کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی۔ چھوڑنے اور ان سے تمسک کرنے کے سبب گمراہ نہ ہونے کا ذکر خیر ہے۔ یعقوبی کی تاریخ وفات پر خاکسار کی تحقیق ہے اور ان کی سیرت نگاری پر ایک تحقیقی مقالہ ہے جو نقوش رسول نمبر لاہور ۱۹۸۲ء میں جلد اول میں شائع ہوا ہے۔

روایات واحادیث ابن سعد:

غالباً قدیم ترین سیرت نگاروں میں اولین صاحب فن امام ابن سعد رحمہ اللہ (محمد بن سعد، م-۲۳۰/۸۴۵) ہیں جنہوں نے حدیث قرطاس پر کافی عمدہ اور بہتر مواد جمع کیا ہے اور ان کی احادیث وروایات کی تعداد بھی کافی ووافی ہے امام ابن سعد رحمہ اللہ کے بارے میں یہ وضاحت شروع میں کرنی ضروری ہے کہ امام موصوف سیرت وسوانح کے ساتھ حدیث کے بھی امام تھے۔ اگرچہ وہ سیرت وسوانح میں امام واقدی (محمد بن عمرم-۲۰۷/۸۲۲) کے شاگرد رشید تھے اور انکے کاتب بھی رہے تھے تاہم ان کو معتبر وثقہ مانا جاتا ہے اور اس پر کسی کا اختلاف معقول نہیں ہے جبکہ امام واقدی کے خلاف سخت ترین الزامات عائد کئے جاتے ہیں۔

(واقدی وابن سعد دونوں پر خاکسار کے مقالات ملاحظہ ہوں: مصادر سیرت نبوی، دہلی (زیر طبع) نیز سید سلیمان ندوی، امام واقدی پر مقالات سلیمان میں، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور خاکسار کے مضامین ماہنامہ الفرقان لکھنو)

امام ابن سعد نے واقعہ قرطاس کی بڑی معنی خیز سرخی لگائی ہے۔

" ذکر الکتاب الذی اراد رسول اللهﷺ ان یکتبه لامته فی مرضه الذی مات فیه"

اس میں انہوں نے نو روایات واحادیث بیان کی ہیں۔ان میں سے متعدد روایات نئی ہیں۔ان روایات میں سب سے دلچسپ روایات واحادیث وہ ہیں جو صحیحین میں پائی جاتی ہیں۔اگرچہ ان میں بعض لفظی اختلافات ملتے ہیں۔لیکن اہم ترین روایات واحادیث وہ ہیں جو امام موصوف نے اپنی اسناد سے بیان کی ہیں اور صحیحین کی روایات سے قطعی مختلف ہیں۔یہ اختلاف اسناد کا بھی ہے اور متن کی معلومات کا بھی اور ان معلومات سے واقعہ قرطاس کی دوسری جہات کا پتہ چلتا ہے۔

اول روایت بنیادی طور سے حضرت ابن عباسؓ اور ان کے شاگردوں اور صحیحین کے سلسلہ اسناد سے ہے:

ا۔''**اخبرنا یحییٰ بن حماد، اخبرنا ابو عوانة عن سلیمان یعنی الاعمش عن عبدالله بن عبدالله عن سعید بن جبیر عن ابن عباس:**

اس میں یوم الخمیس کے حوالے کے بعد حدیث قرطاس کے الفاظ ہیں:

''**ائتونی بدواة وصحیفة اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده ابدا.**''

پھر حاضر صحابہ کرامؓ کا ردعمل وموقف ہے:

''**فقال بعض من کان عنده ان نبی الله یهجر! قال: فقیل له: ألا نأتیک بما طلعت؟ قال: أو بعد ماذا؟ قال: فلم یدع به.**''

۲۔دوسری روایت امام ابن سعد صحیحین کے مطابق ہے جس کی سند ہے:

''**اخبرنا سفیان بن عینیة عن سلیمان بن ابی مسلم قال ابن ابی نجیح سمع سعید بن جبیر قال: قال ابن عباس: یوم الخمیس......**''

وہ حدیث مسلم، (۴۲۳۲) کے مطابق ہے لیکن اس میں یہ قابل قدر اضافہ ہے کہ ''أهجر؟ استفهموه'' کے بعد صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ ذکر ہے۔

''**فذهبوا یعیدون علیه، فقال: دعونی......**''

۳۔تیسری حدیث ابن سعد بالکل نئی سند و نئے متن کے ساتھ ہے۔

اخبرنا محمد بن عبدالله الانصاری، حدثنی قره بن خالد، اخبرنا ابو الزبیر، اخبرنا جابر بن عبدالله الانصاری، قال: لما کان فی مرض رسول الله ﷺ الذی توفی فیه دعا بصحیفة لیکتب فیها لامته کتابا لا یضلون ولا یضلّون، قال: فکان

فی البیت لغط و کلام، وتکلم عمر بن الخطاب قال: فرضه النبیﷺ."

۴۔ چوتھی حدیث ابن سعد بھی بالکل نئی ہے۔

"اخبرنا حفص بن عمر الحوضی، اخبرنا عمر بن الفضل العبدی عن نعیم بن یزید اخبرنا علی بن ابی طالب: ان رسول اللهﷺ لم ثقل قال: یا علی! ائتنی بطبق اکتب فیه ما لا تضل امتی بعدی. قال: فخشیت ان تسبقنی نفسه فقلت انی احفظ ذراعا من الصحیفة، قال: فکان راسه بین ذراعی وعضدی فجعل یوصی بالصلاة والزکاة وماملکت ایمانکم. قال: کذلک حتی فاظت نفسه وامر بشهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله حتی فاظت نفسه، من شهدبهما حرم علی النار."

۵۔ پانچویں روایت ابن سعد اگرچہ ان کی اپنی سند پر ہے لیکن وہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے واسطہ سے ابن عباسؓ پر تمام ہوتی ہے۔اور اس میں ان کے رونے کا ذکر ہے اور پھر رسول اللہﷺ کا فرمان ہے:

"ائتونی بالکتف والدواة اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده ابدا."

اور صحابہ کرامؓ کا ردعمل ہے:

"فقالوا: انما یهجر رسول اللهﷺ"

۶۔ چھٹی امام موصوف کے استاد گرامی واقدی کی سند سے ہے اور حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے اور اہم ہے:

"اخبرنا محمدبن عمر، حدثنی هشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر بن الخطاب قال: کنا عند النبیﷺ وبینا وبین النساء حجاب، فقال رسول اللهﷺ: اغسلونی بسبع قرب واتونی بصحیفة ودواة اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فقال النسوة: ائتوا رسول اللهﷺ بحاجته. قال عمرؓ فقلت: اسکتن فانکن مواحبه: اذا مرض عصرتن اعینکن واذا صح اخذتن بعنقه. فقال رسول اللهﷺ: هن خیر منکم."

۷۔ ساتویں حدیث ابن سعد بھی ان کے استاد کی سند سے ہے اور بہت مختصر ہے:

"اخبرنا محمد بن عمر، حدثنی ابراهیم بن یزید عن ابی الزبیر عن جابر قال: دعا النبی ﷺ مذموته بصحیفة لیکتب فیها کتابا لامته لا یضلوا ولایضلوا، فلغطوا عنده حتی رفضوا النبی ﷺ.

۸۔ آٹھویں حدیث ابن سعد انکے استاد گرامی کی سند سے ہے لیکن وہ صحیحین کی حدیث ابن عباسؓ کے مانند ہے۔

"اخبرنا محمدبن عمر، حدثنی اسامه بن زید اللیثی ومعمر بن راشد عن الزهری، عن عبید الله بن عبدالله بن عتبة عن ابن عباس، لما حضرت رسول الله ﷺ الوفاة وفی البیت رجال فیهم عمر بن الخطاب...... الخ"

وہ حدیث بخاری:۱۱۴ اور ۵۶۶۹ وغیرہ اور حدیث مسلم ۴۲۳۴ کے بالکل موافق ہے صرف ایک آدھ لفظ کا اضافہ یا فرق ہے جیسے "فلما کثر اللغط والاختلاف" کے بعد ہے۔

"وغموا رسول الله ﷺ" الخ

۹۔ آخری حدیث ابن سعد بھی ان کے استاد محمد بن عمر کی سند سے ہے جو ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ کے واسطہ سے داؤد بن الحصین رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کے واسطہ سے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اس میں کچھ خاص تعبیرات ہیں:

"ان النبی ﷺ قال فی مرضه الذی مات فیه: ائتونی بدواة وصحیفة اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا. فقال عمر بن الخطاب: من لفلانة وفلانة مدائن الروم؟ ان رسول الله ﷺ، لیس بمیت حتی نفتحها، ولو مات لانتظرنا کما انتظرت بنو اسرائیل موسی! فقالت زینب زوج النبی ﷺ: الا تسمعون النبی ﷺ، یعهد الیکم؟ فلغطوا، فقال قوموا. فلما قاموا قبض النبی ﷺ مکانه."

(ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲/۲۴۲-۲۴۵، دار صادر بیروت، ۱۹۵۷ء)

ان تمام احادیث ابن سعد کا ایک مفصل موازنہ صحیحین کی احادیث سے کیا جانا چاہیے۔ بالخصوص امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ رحمہ اللہ کی سندوں پر مروی احادیث قرطاس کا۔ ان سے امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت وثقاہت متعین کرنے میں مدد ملے گی۔ محض اقوال اور وہ بھی ایک طبقہ علماء ومحدثین کی بنا پر فیصلہ کرنا غیر علمی ہے۔

امام بلاذری (احمد بن یحییٰ بن جابرم-۲۷۹/۸۹۲) مشہور مورخ ونساب نے اپنی کتاب سیرت میں صرف دو روایات دی ہیں۔

۱۱۴۱:''حدثنی احمد بن ابراهیم، ثنا ابو عاصم النبیل، ثنا مالک بن مغول عن طلحة بن مصرف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انه قال: یوم الخمیس...... قال: ائتونی بدواة والکتف اکتب لکم کتابا لا تضلون معه بعدی ابدا. فقالوا: أتراه یهجر: وتکلموا ولغطوا. فغم ذلک رسول اللهﷺ واخبره. وقال: الیکم عنی، ولم یکتب شیئا.''

۱۱۴۲''حدثنی روح، ثنا الحجاج بن نصیر، عن قرة بن خالد، عن ابی الزبیر عن جابر: ان النبیﷺ دعا بصحیفة اراد ان یکتب فیها کتابا لامته، فکان فی البیت لغط، فرفضها''

(بلازری، انساب الاشراف مرتبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ۵۶۲/۱ قاہرہ، ۱۹۵۹ء)

ان مرویات بلازری رحمہ اللہ پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ صحیحین کے مانند ہیں وران کے خاص عطیہ پر بحث محاکمہ میں آتی ہے۔

روایاتِ طبری رحمہ اللہ:

امام تاریخ وتفسیر وحدیث طبری (ابوجعفر محمد بن جریر طبری، ۲۲۴/۸۳۹-۳۱۰/۹۲۳) نے اس موضوع پر تین روایات نقل کی ہیں اور وہ تینوں حضرت ابن عباسؓ کی احادیث ہیں جو مختلف اسناد طبری سے آئی ہیں لیکن وہ سب کی سب صحیحین کے مطابق ہیں۔

۱-''حدثنا احمد بن حماد الدولابی، قال: حدثنا سفیان، عن سلیمان بن ابی مسلم، عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال یوم الخمیس......'' حدیث مسلم کی مانند

۲-''حدثنا ابو کریب، قال :حدثنا یحیٰ بن آدم قال: حدثنا ابن عینیة ، عن سلیمان الاحول، عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال یوم الخمیس ثم ذکر نحو حدیث احمد بن حماد، غیر انه قال: ولا ینبغی عندنبی ان ینازع''

۳-’’حدثنا ابو کریب و صالح بن سمال: قال حدثنا وکیع، عن مالک بن مغول، عن طلحة بن مصرف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال یوم الخمیس الخ...... فقالوا: ان رسول الله ﷺ یهجر.‘‘

(طبری، تاریخ الطبری، مرتب محمد ابوالفضل ابراہیم، ۱۹۲/۳، ۱۹۳، دار المعارف، مصر ۱۹۶۲ء)

روایات واحادیث طبری صرف ایک صحابی سے مروی ہیں اور ان میں کوئی خاص اضافہ یا عطیہ طبری رحمہ اللہ نہیں ہے۔

امام ابن عبدالبر قرطبی (یوسف بن عبدالبر النمیری، ۳۶۸/-۴۶۳) نے حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے جس کا خاتمہ...... ’’لا اختلافهم ولغطهم‘‘ کے فقرے پر ہوتا ہے مگر اس میں ایک اہم اضافہ ہے۔

وکان عمر القائل حینئذ: قد غلب علیه وجعه، وربما صح، وعندکم القرآن.. الخ‘‘

اس میں یہ بیان عمر کہ رسول اکرم ﷺ شاید صحت مند ہو جائیں تو پھر تحریر فرمادیں گے اور خدانخواستہ وفات پائی تو تمہارے پاس قرآن تو موجود ہے۔ یہ ایک اہم اضافہ ہے۔

(ابن عبدالبر، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، مرتبہ ڈاکٹر شوقی حنیف، ۲۸۶، قاہرہ ۱۹۶۶ء مرتب گرامی نے ’’وربما صح‘‘ کا مطلب حاشیہ میں لکھا۔ زال عنه المرض اور اگلے حاشیہ: ۵ میں ابن حزم کا بیان نقل کیا ہے۔

امام ابن حزم اندلسی (ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی، ۳۸۴/-۳۸۶) نے واقعہ قرطاس کی بنیا د حدیث حضرت ابن عباسؓ پر رکھی ہے لیکن اس میں ان کا تجزیہ بھی شامل ہے لہذا وہ درج ذیل ہے۔

’’فلما کان یوم الخمیس. قبل موته ﷺ باربع لیال-اجتمع عنده جمع من الصحابة، فقال علیه السلام: ائتونی بکتف و دواة اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدی فقال عمر بن الخطاب کلمة اراد به الخیر، فکانت سببا لامتناعه من ذلک الکتاب، فقال: ان رسول الله ﷺ قد غلب علیه الوجع، وعندنا کتاب الله، وحسبنا کتاب الله.‘‘ وساعده قوم حتی قالوا أهجر رسول الله ﷺ؟ وقال آخرون: اجیبوا بالکتف والدواة یکتب لکم رسول الله ﷺ کتابا لا تضلون بعده، فساء ذلک رسول الله ﷺ، وامرهم بالخروج من عنده. فالرزیة کل الرزیة ما حال بینه وبین ذلک الکتاب. الا انه لاشک لو کان من واجبات الدین ولوازم الشریعة لم یثنه عنه کلام عمر ولاغیره‘‘

(ابن حزم، جوامع السیرۃ، ۲۶۳، ۲۶۴، دار المعارف مصر، مرتبہ ومراجعہ احسان عباس، ناصر الدین۔اسد ومراجعہ: احمد محمد شاکر)

اس روایتی اور تجزیاتی بحث میں امام ابن حزم نے کتاب نبوی لکھنے کو روکنے کی ذمہ داری حضرت عمرؓ کے قول مبارک پر ڈالی ہے اور اسے بہر حال نیک ارادہ سے کہا گیا کلمہ قرار دیا ہے اور ان سے ایک ''قوم'' صحابہ کے اتفاق کا بھی اقرار کیا ہے۔آخر میں انکا تبصرہ اہم تر ہے کہ اگر وہ کتاب نبوی واجبات دین اور لوازم شریعت میں سے ہوتی تو حضرت عمرؓ یا کسی اور کا کلام آپ ﷺ کے لیے مانع نہ بنتا۔اس کے بعد کے پیراگراف میں امام موصوف نے اس موعودہ کتاب نبوی کو استخلاف حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حدیث عائشہؓ سے جوڑ دیا ہے اور دونوں کو ملا کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ ﷺ استخلاف ابی بکرؓ کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے بلکہ بعد کے خلفاء کے بارے میں بھی۔اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو صحابہ کرامؓ کے اختلاف ونزاع کو وہ دور کرنے والی کتاب بن جاتی جو خاص طور سے حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں اور ان کے بعد خون ریزی سے راحت دیتی بہر حال قدرت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اس معاملہ میں مختلف طبقات (طوائف) ہلاک ہوئے اور ان کی گمراہی آج تک جاری ہے۔

روایات واحادیث ابن کثیر:

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ''(اسماعیل بن عمر دمشقی''، م-۷۷۴/۱۳۷۳)، جو ایک اہم مورخ کے علاوہ ایک عظیم محدث ہیں۔نے اپنی تاریخ میں حدیث قرطاس پر ساری روایات بخاری ومسلم واحمد بن حنبل کی تمام روایات ہی نقل کی ہیں جن میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔

(ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۵/۲۲۷، ۲۲۸، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۹۳۲ء)

متعدد دوسرے سیرت نگاروں نے اس واقعہ قرطاس کے بارے میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔

حافظ ابن سید الناس (محمد بن عبداللہ بن یحییٰ، ۶۷۱/۱۲۷۲-۷۳۴/۱۳۳۴) نے صرف ایک سطر لکھی ہے حالانکہ وہ سیرت کے ساتھ ساتھ حدیث کے بھی بڑے عالم تھے۔انہوں نے اپنے بیانیہ وفات میں اسے سمو کر پیش کیا ہے:

''وقال ائتونی اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ، فتنازعوا فلم یکتب''

یہی واقعہ قرطاس کا کل بیانیہ حافظ ہے۔

(ابن سید الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، ۲/۴۳۱، بیروت ۱۹۸۶)

علامہ مقریزی (تقی الدین احمد بن علی) نے امام ابن سعد رحمہ اللہ کی ایک حدیث کی بنیاد پر اپنے بیان قرطاس کو پیش کیا ہے اور جمعرات کو شدت کرب کے عالم میں طلب صحیفہ ودوات کے بعد رسول اکرم ﷺ کتاب لکھوانے کا

بیان وحکم نقل کر کے صحابہ کرام کا ردعمل استفہامی نقل کر کے حضرت زینب بنت جحشؓ اور ان کی صواحب کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی حاجت پوری کی جائے اور حضرت عمرؓ کے غلبہ وجع کے جملہ کے علاوہ کتاب اللہ کے کافی ہونے کے علاوہ مدائن روم کے فتح کرنے کے بارے میں جملہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ ان کو فتح کرنے سے قبل وفات نہیں پائیں گے اور پا گئے تو میں آپ ﷺ کا اسی طرح انتظار کروں گا جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کیا تھا۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی تین وصیتوں کا اس مجلس میں ذکر ہے۔ محقق گرامی نے اس پورے واقعہ پر کوئی حاشیہ لکھا ہے نہ تبصرہ کیا ہے۔

(المقریزی، امتاع الاسماع، مرتبہ محمود محمد شاکر، ۱/۵۴۵، ۵۴۶، قاہرہ ۱۹۴۱ء)

امام حلبی (علی بن برہان الدین حلبی شافعی)

نے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے استخلاف نامے کے بارے میں حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ کی احادیث نقل کی ہیں۔ اس کے بعد کتاب موعود کا بیان مختصر پیش کیا ہے جس کے تمام بنیادی نکات وہی ہیں جو اوپر مختلف روایات میں آئے ہیں۔ ان کے بیان کا یہ حصہ بہت اہم ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بقول امام ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل پر جو خطبہ اس کے بعد دیا تھا غالباً اس میں کتاب نبوی کا مضمون آ گیا تھا اور پھر آپ ﷺ نے اسے ضروری نہیں سمجھا۔ بہر حال قول حضرت عمرؓ کو برائے تخفیف کرب وشدت قرار دیا ہے۔ ان کا یہ سارا بیان بہت مختصر ہے اور ان کے اطناب کے طریقہ کے خلاف ہے۔

(حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳/۳۴۴، المکتبۃ الاسلامیہ، بیروت، ۱۳۲۰ھ طباعت کا عکس)

ثانوی مآخذ سیرت:

اردو سیرت نگاری نے اگرچہ بہت بعد میں بال و پر نکالے لیکن جلد ہی اس نے دوسروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اس کا شرف ان عبقری سیرت نگاروں کو جاتا ہے جو متبحر علمائے دین کے طبقہ سے بالعموم تعلق رشتہ رکھتے تھے۔ اور ان میں بھی عظیم ترین عبقری شخصیت مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ (۱۲۷۴/ ۱۸۵۷ - ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۳۲/ ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء) کی تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ (۲۳ صفر ۱۳۰۲/ ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ - ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳/ ۲۲ نومبر ۱۹۵۳) ان کے جانشین و پروردہ سیرت نگار تھے۔ ان دونوں کو بیسویں صدی عیسوی کے امامین ہمامین کا درجہ اسی طرح حاصل ہے جس طرح اولین صدیوں میں ابن اسحاق وابن ہشام کو اپنی نگارشات سیرت کے سبب حاصل تھا۔ استاد گرامی اور شاگرد رشید دونوں نے اردو سیرت نگاری کی فنی طرح ڈالی جس کا ایک شاندار مظاہرہ حدیث قرطاس کی بحث میں ہوا۔ اور پھر ان

کے معاصروں اور جانشینوں نے ان دنوں ہی سے خوشہ چینی کی۔

(مولانا شبلی رحمہ اللہ وسلیمان ندوی رحمہ اللہ پر مقالات خاکسار ملاحظہ ہوں: شبلی کی سیرت النبی کا مطالعہ۔ نقد سلیمانی کی روشنی میں، تحقیقات اسلامی علیگڑھ، اپریل جون ۱۹۸۴ء؛ شبلی کی سیرت النبی میں اضافات سلیمانی، سید سلیمان ندوی سمینار علیگڑھ، ۱۹۸۵ء، تالیف سیرت النبی، فکرونظر شبلی نمبر ۱۹۹۶ء وغیرہ)

مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اپنی عظیم سیرۃ النبی ﷺ سے پہلے اپنی شاہکار تصنیف الفاروق میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ کیونکہ حسنِ اتفاق سے اس حدیث وواقعہ قرطاس میں مرکزی شخصیت حضرت عمر فاروقؓ کی متعدد وجوہ سے بن گئی ہے۔ سیرۃ النبی میں مولانا مرحوم نے الفاروق کی بحث ہی کی تلخیص پیش کی ہے اور اپنی ذاتی تحقیق کے مطالعہ کے لیے الفارورق کا حوالہ دیا ہے۔ ان دونوں تصانیف کبریٰ کے مباحث سے الگ الگ کرنے میں بلاوجہ تکرار واطناب کا معاملہ پیش آئے گا لہٰذا ان دونوں کے مباحث کے نکاتِ مشترکہ کو ایک ساتھ پیش کیا جارہا ہے البتہ دونوں کی نشاندہی کردی جائے گی تاکہ مآخذ کا فرق معلوم ہوسکے۔

(الفاروق کی اولیت واہمیت پر ملاحظہ ہو: الفاروق-ایک مطالعہ، مرتبہ محمد یسین مظہر صدیقی، مسلم یونیوسٹی علی گڑھ، ۲۰۰۲ء)

الفاروق میں نسبتاً مفصل اور سیرۃ النبیؐ میں بہت مختصر طور سے حدیث قرطاس پر روایت ودرایت دونوں کے لحاظ سے بحث کی ہے۔

روایتی نقد شبلی کا اولین اور اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ واقعہ قرطاس کی تمام احادیث بخاری ومسلم صرف ایک راوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں۔ الفاروق میں لکھتے ہیں:

> (۴) ''اس واقعہ کے وقت کثرت سے صحابہ کرامؓ موجود تھے لیکن یہ حدیث باوجود اس کے کہ بہت سے طریقوں سے مروی ہے (چنانچہ صرف صحیح بخاری میں ۷ طریقوں سے مذکور ہے) یا ابن ہمہ بجز عبداللہ بن عباسؓ اور کسی صحابی سے اس واقعہ کے متعلق ایک حرف بھی منقول نہیں۔''
>
> ۵۔ عبداللہ بن عباسؓ کی عمر اس وقت صرف ۱۳-۱۴ برس کی تھی۔

۶۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے اس موقع پر عبداللہ بن عباسؓ خود موجود نہ تھے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ یہ واقعہ انہوں نے کس سے سنا۔ مولانا نے اپنے حاشیہ میں بخاری، باب کتاب العلم کی حدیث کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

"اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس واقعہ میں موجود تھے اس لیے محدثین نے اس پر بحث کی ہے اور بدلائل قطعیہ ثابت کیا ہے کہ وہ موجود نہ تھے۔ دیکھو فتح الباری، باب کتابۃ العلم"

سیرۃ النبی میں نقد روایت پر مولانا مرحوم کا حاشیہ نمبرا ہے:

"یہ روایت صحیح بخاری موقع وفات کی ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث مختلف الابواب میں مذکورہ ہے اور ہر جگہ الفاظ میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہے۔ صحیح مسلم کتاب الوصیہ میں یہ روایتیں یکجا ہیں۔ جن صحابی نے قلم دوات لانے میں گفتگو کی ہے بخاری میں ان کا نام نہیں لیکن حدیث کی اور کتابوں میں (مثلاً صحیح مسلم) بہ تصریح حضرت عمرؓ کا نام ہے۔"

صحیح مسلم میں ان کے یہ الفاظ ہیں:

"قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن وحسبنا کتاب الله"

صحیح مسلم کی دوسری روایتوں کے یہ الفاظ ہیں:

۱" فقالو ان رسول اللهﷺ یهجر. ۲۔ فقالوا أهجر؟ استفهموه"

اور ان کے ترجمے بھی دیے ہیں۔

درایتی نقد شبلی خاصا مفصل الفاروق میں ہے لہذا اس کے اہم ترین نکات یہ ہیں:

۱۔ اب سب سے پہلے یہ امر لحاظ کے قابل ہے کہ جب اور کوئی واقعہ یا قرینہ آنحضرت ﷺ کے اختلاف حواس کا کہیں کسی روایت میں مذکور نہیں تو صرف اس قدر کہنے سے "قلم دوات لاؤ" لوگوں کو ہذیان کا خیال کیونکر پیدا ہو سکتا تھا۔ یہ معمولی بات تھی اس کو ہذیان کیسے سمجھ لیا گیا۔

۲۔ یہ روایت اگر خواہ مخواہ صحیح سمجھی جائے تب بھی اس قدر بہر حال تسلیم کرنا ہوگا کہ راوی نے روایت میں وہ واقعات چھوڑ دیے ہیں جن سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہوش میں نہیں ہیں اور بیہوشی کی حالت میں قلم دوات طلب فرما رہے ہیں۔

مولانا مرحوم نے واقعہ کی ضروری خصوصیتیں چھوڑ دینے، صرف حضرت ابن عباسؓ سے اس کے مروی ہونے اور وقت واقعہ خود موجود ہونے سے اس روایت کی حیثیت پر کلام کیا ہے اور اس کے بعد ایک بہت اصولی بات اپنے خاص انداز میں لکھی ہے۔

''ممکن ہے کہ کس کوتاہ نظر پر یہ امر گراں گزرے کہ بخاری ومسلم کی حدیث پر شبہ کیا جائے لیکن اس کو سمجھنا چاہیے کہ بخاری ومسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہیں رکھ سکا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمرؓ کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جائے۔''

اس واقعہ کے بعد رسول اکرم ﷺ چار دن زندہ رہے تبصریح بخاری ومسلم واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اور وفات دوشنبہ کے دن پائی اس لیے آپ چاہتے تو کاغذ وقلم طلب کرکے ہدایت لکھوا سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے نہیں لکھوائی۔

حاشیہ سیرۃ میں ہے ممکن ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جو تین وصیتیں زبانی فرمائیں وہی لکھوانا چاہتے ہوں یا اگر وہ اسکے علاوہ تھی تو آپ ان عام وصیتوں کے ساتھ زبانی فرما سکتے تھے یا اس کے بعد مجمع عام میں جو خطبہ دیا اس میں اس کا اظہار فرما سکتے تھے۔

اور یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ بخاری میں ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی بکر کو بلا کر حضرت ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے پھر آپؐ نے ضروری نہیں سمجھا اور فرمایا کہ خود خدا اور اہل اسلام ابوبکر کے سوا کسی اور کو پسند نہ کریں گے۔

(مولانا شبلی نعمانی، الفاروق، ۵۴-۵۷، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۳ء؛ سیرۃ النبی، ۲/۱۷۶، ۱۷۷، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۴ء، حاشیہ میں قوسین کے اندر اضافات جامع گرامی مولانا سید سلیمان ندوی کے ہیں جیسا کہ ان کا طریقہ ہے۔)

عربی کتب سیرت میں ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی ''السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ'' کا حدیث کے مآخذ پر مبنی ہونے کا دعویٰ ہے لہذا اس کی مختصر بحث کا اسی جگہ مختصر حوالہ دینا مناسب لگتا ہے۔ وفاۃ الرسول ﷺ کے وسیع تر عنوان کے تحت انہوں نے لکھا ہے:

''ولما حضرته الوفاة واشتد به المرض قال للصحابةؓ: هلموا اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده. فاختلفوا فمنهم من اراد احضارا دوات الكتابة، ومنهم من خشى ان يشق على الرسول ﷺ ذلك. ويبدوان ثمة قرائن احتفت بذلك ان الامر باحضار ادوات الكتاب ليس على الوجوب بل فيه تخيير. فلما قال عمر: حسبنا كتاب الله الم يكرر رسول الله ﷺ ذلك، ولوكان ما اراد لازما لاوصاهم به

کما اوصاهم فی تلک الحالة مشافهة باخراج المشرکین من جزیرة العرب وباکرام الوفود. وقد افادت روایة صحیحة ان طلبه الکتابة کان یوم الخمیس قبل وفاته باربعة ایام، ولو کان واجبا لم یترکه لاختلافهم لانه لم یترک التبلیغ لمخالفة من خالف. وقد کان الصحابة یراجعونه فی بعض الامور ما لم یجزم بالامر.''

(بحوالہ بخاری وفتح الباری: السیرة النبویة الصحیحة ،۲/۵۵۳،۵۵۴، قطر ۱۹۹۱ء)

اصح السیر میں مولانا عبدالرؤف داناپوری رحمہ اللہ نے ''واقعہ قرطاس اور آخری وصیت'' کے عنوان سے واقعہ لکھا ہے۔ پہلے صحیحین کی روایات واحادیث کی تلخیص لکھی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد راویوں عبیداللہ بن عبداللہ اور سعید بن جبیر اور بعد کے دو راویوں سلیمان بن ابی مسلم الاحول استاد سفیان بن عیینہ کی روایات کے حوالہ سے پنجشنبہ کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے لکھا ہے کہ

''قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہوسکا کہ حضور ﷺ کیا لکھوانا چاہتے تھے......''

اس کا بیان کرنا ضرور ہوتا تو حضرت عمرؓ یا کسی اور کے اختلاف کی وجہ سے آپ اس کو قطعا موقوف نہ کرتے۔ ممکن ہے کہ وہی باتیں ہوں جن کو آپ نے پیچھے بیان کر دیا۔(؟)...... اصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جب مشاجرات صحابہ کو خود ملاحظہ فرمایا تو اس کا ان پر بہت اثر ہوا۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید رسول اللہ ﷺ اس وقت کوئی ایسی بات لکھواتے جس سے صحابہ کرامؓ میں اختلاف نہ ہوتے اسی لیے وہ روئے روافض واہل سنت کے قضیہ کے بعد انہوں نے حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ شدید بیماری کی حالت میں رسول کریم ﷺ کو وہ تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے اور لوگوں کو اس سے روکنا ان کے غایت خلوص اور محبت کی دلیل ہے۔ اس روکنے کو طعن کا ذریعہ بنانا بڑی سخت بددیانتی ہے۔ ہاں جن لوگوں نے یہ کہا کہ

''اھجر استفھموہ (یعنی کیا حضور ﷺ بیہوشی کی حالت میں کہہ رہے ہیں پوچھ کر تحقیق کرلو) ان کا یہ کہنا غلط اور ناجائز طریقہ استدلال تھا۔ مگر یہ جملہ حضرت عمرؓ کا نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کا ہے جو حضرت عمرؓ کی رائے کا خلاف کر رہے تھے...... کہنے والے نے بھی استفہام انکاری کے صیغے میں کہا، وہ اس کا قائل نہ تھا...... یہ جملہ بہترین روایات میں استفہام انکاری کے صیغہ میں مروی ہے۔ بعض روایتوں میں بلا استفہام بھی آیا ہے مگر وہ بھی اسی پر محمول ہے۔ واللہ اعلم''

(مولانا عبدالرؤف دانا پوری رحمہ اللہ، اصح السیر ،۵۲۳-۵۲۶، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، طبع جدید غیر مورخہ، مولانا مرحوم کی عبارتوں میں زبان وادب کے متعدد اسقام ہیں جن کا اظہار کیا گیا ہے لیکن اس پر بحث کی ضرورت ہے۔فنی لحاظ سے بھی اس پر بحث ہونی چاہیے۔)

''پیغمبر انسانیت میں مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی رحمہ اللہ نے ''مختلف احادیث قرطاس'' کے عنوان سے چند اصولی مباحث پیش کیے ہیں:

مسند عائشہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے فرمایا کہ کوئی جلد یا تختی لے آتا کہ میں ابوبکرؓ کے حق میں ایک تحریر لکھ کر اختلاف کا دروازہ بند کردوں۔ پھر ان کو روک دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مومنین کو یہ منظور ہی نہ ہوگا کہ تجھ پر اختلاف کیا جائے۔

صحیح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایسا ہی فرمان عبداللہ بن ابی بکرؓ کے ذریعہ حضرت ابوبکرؓ کے حق میں لکھوانا چاہتے تھے پھر روک دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ترکِ کتابت فرمان سے جمہوریت کے اصول کو توڑنا پسند نہیں فرمایا۔ بخاری کی حدیث کی تلخیص بھی دی ہے۔

حسبنا کتاب اللہ کے دوسرے عنوان کے تحت حضرت عمرؓ کے موقف کو خدالگتی بات قرار دے کر یہ لکھا ہے کہ اس موقعہ پر اور حجۃ الوداع کے خطبہ دونوں کو ملا کر دیکھا جائے کہ منشائے نبوی کو تاڑنے میں حضرت عمرؓ نے ٹھوکر نہیں کھائی۔ پھر تین وصایا لکھوانے کا ذکر کیا ہے۔

(شاہ محمد جعفر پھلواروی رحمہ اللہ، ۴۴۳-۴۴۵، پیغمبر انسانیت، لاہور ۱۹۹۰ء)

سیرۃ المصطفیٰ میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے واقعہ قرطاس پر بحث اسی عنون کے تحت خاصی مختصر کی ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ پر شیعی اعتراض سے آغاز کر کے اس کا جواب لکھا ہے کہ "اس حکم پر مخاطب خاص حضرت عمرؓ نہ تھے بلکہ تمام حاضرینِ حجرہ سے کاغذ قلم دوات لانے کو فرمایا تھا" اور ان میں حضرات علی وعباس بھی تھے اور وہ جب نہیں لائے تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کی رائے بھی حضرت عمرؓ کے موافق تھی کہ اس عالم تکلیف میں حضور پر نور کو تکلیف نہ دی جائے۔ اور وہ اگر حکم فرض تھا تو تمام حاضرین گنہگار ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی کیا خصوصیت کہ جو خاص انہی کو مورد طعن بنایا جائے...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ روز اس عالم میں تشریف فرما رہے۔ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کاغذ، قلم اور دوات حاضر کرنے کا حکم دیا اور نہ حضرات اہل بیت اور نہ دیگر اصحاب میں سے کسی نے اس بارہ میں عرض کیا۔ معلوم ہوا

کہ یہ کوئی امر واجب نہ تھا ورنہ حضور پرنور خود ضرور لکھوا دیتے۔ مولانا مرحوم نے اس کے بعد سورہ مائدہ: ۶۷

﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ﴾...

نقل کر کے حضرت امیر کے اس حکم نبوی کی عدم تعمیل کا پھر ذکر کیا ہے اور اس کے لیے صلح حدیبیہ کے صلحہ نامہ سے لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹانے کے حکم نبوی کی مثال دی ہے۔ اسے اگرچہ معصیت کہا ہے مگر اسے کمال محبت اور کمال عظمت سے تعبیر کیا ہے۔ جس پر ہزاروں طاعتیں قربان ہیں۔ پھر قول حضرت عمرؓ کی تعبیر کی ہے کہ قرآن کافی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں حدیث کی حاجت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے۔

حضرت عمرؓ کی یہ گزارش عین محبت اور عین خیر خواہی ہے۔ معاذ اللہ نافرمانی اور حکم عدولی نہیں۔ پھر خلافت ابی بکرؓ اور خلافت علی کی تجاویز سنی وشیعہ پر مختصر بحث کی ہے اور خلافت ابی بکر کے لیے یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر'' اور خلافت علی کے لیے حدیث غدیر خم کا جواب بطور الزام دیا ہے۔ مولانا مرحوم کی اس پوری بحث میں کسی حدیث کی کتاب وماخذ کا کوئی حوالہ نہیں آیا ہے۔

(مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ، سیرۃ المصطفیٰ، ۱۹۱/۳-۱۹۳، دار الکتاب دیوبند غیر مورخہ، ۱۹۱/۳/۱۹۳)

دوسرے اردو سیرت نگاروں نے صرف حدیث کی مختصر مختصر تلخیص کر دی ہے اور بحث سے زیادہ سروکار نہیں رکھا ان میں شامل ہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ۲۴۷/۱، دہلی ۱۹۸۰ء پانچ سطریں متن ہیں اور حاشیہ میں حدیث بخاری از عبید اللہ بن عبد اللہ الخ

صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، اردو، ۷۲۹، علی گڑھ ۱۹۸۸ بحوالہ متفق علیہ، بخاری، ۲۲/۱، ۴۲۹، ۴۴۹ وغیرہ۔

(مولانا مبارکپوری، حضرت قاضی موصوف کے پورے مقلد حتی کہ وہ عناوین سیرت اور مواد وغیرہ سب ان سے اخذ کرتے ہیں اور ان کی غلطیاں بھی اخذ کرتے ہیں۔)

مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی، السیرۃ النبویۃ، ۴۰۰، دار الشرق جدہ ۱۹۸۹ء وما بعد نے واقعہ قرطاس کا سرے سے حوالہ ہی نہیں دیا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (   ) جدید سیرت نگاروں میں ایک بڑے مقام کے مالک ہیں کے صاحبِ فکر ہیں اور ان کا مطالعہ وسیع ان کی فکر سازی کرتا ہے۔ انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں واقعہ قرطاس پر بہت مختصر لکھا

ہے۔لیکن اس کی بعض نئی جہات بیان کی ہیں۔انہوں نے آخری ایام حیات کے بارے میں مختلف واقعات وحوادث کے ضمن میں لکھا ہے کہ

''کچھ اور صحابی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے آئے۔ان میں سے کسی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ اپنی وصیت تحریر کرادیں۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا۔پھر صحابہ کرامؓ میں بحث چھڑ گئی کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت تحریر کرانے کی زحمت دی جائے یا نہیں جبکہ وہ پہلے ہی ہر بات امت کو بتا چکے ہیں (درحقیقت صحابہ کرامؓ کو جنگ احد کے واقعات یاد تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برہم کر دیا تھا اور انہیں وہ کام کرنے کو کہا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنا نہیں چاہتے تھے۔اس کا نتیجہ جنگ میں ہزیمت کی شکل میں برآمد ہوا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اپنی تقریر کے دوران جنگ احد کا تفصیلی تذکرہ کیا تھا) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں بحث ہوتے سنی تو انہوں نے سب کو چلے جانے کا حکم دے دیا۔''

(محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۶۷، اردو ترجمہ نذیر حق، نقوش رسول نمبر، لاہور، دسمبر ۱۹۸۲ء)

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اس بیان میں تین چار نئی باتیں کہی ہیں۔

۱۔ کچھ صحابہ کرامؓ نے ملاقات کی اور وصیت لکھوانے کی التجا کی یہ واقعہ قرطاس کا بالکل نیا پہلو ہے۔کسی اور نے اس کو نہیں لکھا۔لیکن موصوف کی کسی ماخذ سے اس کی تصدیق ہونی باقی ہے۔

۲۔ انہوں نے اسے وصیت کا رنگ دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری وصیت لکھوانی چاہی۔

۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اس کتاب/ وصیت کو لکھوانے کی پیشکش نہیں کی تھی۔

۴۔ وصیت تحریر کرانے پر اختلاف صحابہؓ کو غزوۂ احد کے معاملہ پر اختلاف صحابہ کے مماثل قرار دیا جب بعض جوشیلے صحابہ نے کھلے میدان جنگ میں قتال پر اصرار کیا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف تھا۔

آخری نکتہ بھی قابل بحث ہے کیونکہ یہاں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مشورہ اپنی پسند کے باوجود مان لیا تھا مگر واقعہ قرطاس میں اختلاف کی وجہ سے ترک کردیا۔یہ خالص قیاساتِ حمیدی پر مبنی بیان ہے لہذا اس کو قبول کرنا مشکل ہے، پھر اس کے استناد کے لیے کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔

(باقی آئندہ)